۶ / مارچ ۱۹۰۸ء

# خطبہ جمعہ

تشہد ' تعوذ اور مسنون دعاؤں کے بعد فرمایا:۔

یہ اذان جو اس وقت تم نے سنی ہے یہی جناب الٰہی کی طرف سے ایک فرشتہ کے ذریعہ اسلام کو سکھائی گئی ہے اور یہ ایسے پاک کلمات ہیں کہ سارے اسلام کا نچوڑ ہیں۔ جس طرح سے عبادت الٰہی نماز ' روزہ اور حج وغیرہ کے طریق ہمیں بڑی حفاظت اور تواتر سے پہنچائے گئے ہیں۔ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تواتر سے ہمیں اذان کے الفاظ پہنچے ہیں۔ بڑے بڑے بلند مقامات پر مناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے پورے زور اور طاقت سے پانچ وقت ان الفاظ سے اسلام کی منادی ہوتی چلی آئی ہے۔ جہاں تک میری سمجھ ' علم اور طاقت پہنچ سکتی ہے میں جانتا ہوں کہ اس اذان میں بڑے اسرار ہیں۔ ایک انگریز جس کے ذریعہ سے میں نے عیسائیت کے متعلق اس قدر معلومات پیدا کیں ' کیونکہ وہ عیسائیت کی بہت سی کتابیں مجھے بھیجا کرتا تھا اس نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ بڑی ترقی کا زمانہ ہے۔ امریکہ اور یورپ بہت ترقی کے معراج پر پہنچ گئے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ یورپ اور امریکہ بے چارہ کیا دینی ترقی کرے گا

اور کیا ترقی اس نے کی ہے۔ ۱۹۰۰ برس گزر گئے۔ ہر اتوار کے دن گھنٹوں اور گھڑیالوں کی شور و پکار ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کیوں اور کس غرض کے لئے یہ بجائے جاتے ہیں۔ کسی کو بلانے کے واسطے بجائے جاتے ہیں یا کہ شوقیہ۔ اگر بلانے کو بجائے جاتے ہیں تو کس مطلب' کس غرض و غایت کے واسطے بلایا جاتا ہے؟ اس بلانے میں کوئی حقیقت نہیں۔ اس میں دنیا کو کوئی وعظ نہیں' تبلیغ نہیں۔ برخلاف اس کے اسلام کی منادی کو دیکھو کس طرح جرات اور دلیری سے اپنے پاک اصولوں کی پنج وقتہ تبلیغ کرتے ہیں۔ کس بلند آوازی سے اور کیسے بلند مقامات پر سے اور کیسی حقیقت ان الفاظ میں بھری ہے۔ اول اپنے مذہب کے اصل الاصول بیان کیے جاتے ہیں پھر بلانے کی غرض و غایت۔ اور پھر آنا بے فائدہ نہیں' کسی کھیل تماشے کے واسطے نہیں' کوئی لہو و لعب' کوئی خدا سے غافل کرنے والا یا بے حقیقت بچوں کا کھیل نہیں بلکہ اس کا نتیجہ فلاح ہے۔ بھلا اس طرز دعوت اور اپنے طرز دعوت کا مقابلہ تو کر کے دیکھو پھر کہنا کہ ترقی کس نے کی ہے۔

اسلامی اذان میں سارا اسلام کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ غور کرنے والا غور کرے اور سوچنے والا دل گہری سوچ کے بعد بتائے کہ بھلا اپنے مذہب کی تبلیغ اور خدا کے جلال اور اس کی عظمت اور جبروت کے اظہار کی اس سے بہتر بھی کوئی تجویز ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلی جوش' ان کے سچے ارادوں اور ولولوں کا ایک سچا فوٹو ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے الفاظ اذان میں بیان کیا اور ان الفاظ کی تہ میں گویا صحابہ کرام کے سارے اغراض و مقاصد کا سچا نقشہ جناب الٰہی سے فرشتہ کی معرفت بھیج کر بتایا گیا ہے۔

یہ قاعدہ کی بات ہے اور انسانی فطرت میں یہ امر مرکوز ہے کہ انسان اپنے سے بڑے کی بات کو مان لیتا ہے۔ آج کل کا کوئی نادان لڑکا اپنی بے ہودگی کی وجہ سے اپنے بڑے بزرگوں کی نہ مانے تو یہ اس کی بے ہودگی ہے۔ انسانی صحیح فطرت میں روز ازل سے یہی رکھا گیا ہے۔ بڑے علم والوں' تاجروں' فلاسفروں' تجربہ کاروں سے پوچھ کر دیکھ لو کہ سب اپنے سے بڑوں کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں اور یہی سلیم فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر کسی کی فطرت مسخ ہو گئی ہے تو اس کا ہم ذکر نہیں کرتے۔

چنانچہ اذان میں بھی اول اللہ کے نام سے ابتدا کی ہے۔ سارے محامد سے متصف' ساری صفات کاملہ رکھنے والا اور سارے نقائص اور عیوب سے مبرا و منزہ ذات اس کا نام اللہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور پھر وہ اکبر ہے۔ جامع جمیع صفات کاملہ اور ہر قسم کے نقائص سے منزہ ہونے کے ساتھ وہ اکبر بھی ہے یعنی بہت بڑا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اب اپنے کاروبار' یاروں دوستوں غرض ہر ایک کو

چھوڑ کر اللہ کی طرف آجاؤ۔ اور چونکہ وہ سب سے ہر رنگ میں بڑا ہے' اب اس کا حکم آنے پر دوسروں کے احکام کی پرواہ مت کرو۔ ایک طرف خدا کا بلاوا آجاوے' دوسری طرف کوئی یار دوست آشنا بلاویں یا کوئی دنیا کا کام بلاوے تو اللہ کے مقابلہ میں ان کو ترک کر دو۔ کیونکہ اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑے کی بات کو مان لینا تمہاری فطرت میں رکھا گیا۔

حتیٰ کہ ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے خدا کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو۔ فرمانبرداری کا پتہ مقابلے کے وقت لگتا ہے کہ آیا فرمانبردار اللہ کا ہے یا کہ مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے اور بڑے بڑے تاکیدی الفاظ میں یہ حکم دیا ہے۔ ان کے کفر و اسلام اور فسق و فجور یا دشمن اسلام وغیرہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی اور ہر حالت میں ان کی فرماں برداری کا تاکیدی حکم دیا ہے مگر ہر مقابلہ کے وقت ان کے متعلق یہی فرما دیا کہ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (العنکبوت:۹) اگر خدا کے مقابلہ میں آجاویں تو خدا کو مقدم کرو' ان کی ہرگز نہ مانو۔

اُولِی الْاَمْرِ حاکم وقت کی فرماں برداری کا بھی بہت تاکیدی حکم ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:۶۰) کہہ کر بتا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے پیش کرو۔ پھر جیسا کہ حکم ہو کرو۔

غرض نفس ہو یا دوست ہوں' رسم ہو یا رواج ہو' قوم ہو یا ملک ہو' ماں باپ ہوں یا حاکم ہوں جب وہ خدا کے مقابلہ میں آجاویں یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف' تو خدا کو مقدم رکھو۔

یہاں اس وقت ہمیں ایک اعتراض یاد آیا ہے۔ ایک ہمارے دوست نے ہم سے یہ اعتراض بیان کیا کہ چار شہادتوں کا مہیا ہونا صرف زنا کے بارہ میں ہی آیا ہے ورنہ اور کسی امر میں چار گواہیاں نہیں۔ اس وقت اذان کے الفاظ سے ہی یہ بھی حل ہوا ہے کہ اذان میں بھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ کے بعد کلمات شہادت کے متعلق بھی چار بار بیان کرنے کی روایات ہیں جس کا نام اذان ترجیع رکھا ہے۔ غرض موذن بھی ہمیشہ چار ہی شہادت دیتا ہے۔ اور یہ حد کمال شہادت ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی شہادت اپنی کامل حد تک ادا کر چکنے کے بعد موذن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتا ہے یعنی کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ قابل عبادت اور واجب الاطاعت وجود نہیں ہے۔ پس خدا کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی فرمانبرداری کرنا' سجدہ کرنا' رکوع کرنا' دعا کرنا' کسی پر بھروسہ رکھنا اللہ کے سوا بالکل جائز نہیں ہے۔

بعض لوگ جو کم فرصتی کی شکایت کر کے اذان کی چنداں پرواہ نہیں کرتے وہ بھی اسی ذیل میں ہیں جو ایمان کی حقیقت اور اذان کے سچے معنوں سے ناواقف ہیں۔ پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کے واسطے اس کے احکام اوامر و نواہی کا ہونا بھی ضروری ہے پس جس انسان کے ذریعہ سے وہ احکام اوامر و نواہی ہمیں پہنچے ہیں وہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ہیں۔ چونکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ ہی وابستہ ہے اور بغیر رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے بتانے کے ہمیں اللہ کے اوامر و نواہی کی اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم ہیں اور آپ ہی کے ذریعہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا یقین ہوا ہے اور آپ کا وجود خدا نما وجود ہے اس واسطے اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لازم ملزوم کر دیا۔

پھر چونکہ شکریہ کا کامل ذریعہ' عبادت کا کامل ذریعہ' اپنے مطالب کے حصول کا کامل ذریعہ' حق سبحانہ تعالیٰ کی تعظیم کا اعلیٰ مقام' انسانی ترقیات کا انتہائی نتیجہ جس کا نام معراج ہے' گناہ اور گندوں سے پاک ہونے کی سچی راہ صرف نماز ہی ہے اس واسطے بلانے کی وجہ بتائی کہ نماز کی طرف بلاوا ہے۔ پھر نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کیسا پاک کلمہ ہے۔ نبی' شہید' صدیق اور صالحین جیسے عظیم الشان محسنوں کی راہ جن کے احسانات کی کوئی قیمت ہی نہیں بجز اس کے کہ کوئی جان ہی فدا کر دے ان کی راہ پر چلنے کی درخواست کرتا ہے اور ان کے رنگ میں رنگین ہونے کی خواہش کرتا ہے اور ان کے واسطے دعائیں کرتا ہے' سلام بھیجتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم جو سردار انبیاء ہیں عجیب طرح سے گداز ہو کر درد دل سے ان کے واسطے کہتا ہے اور دل میں محبت کا ایسا جوش پیدا کرتا ہے کہ گویا ان کے احسانات کے باعث ان کو اپنے تصور میں سامنے لے آتا ہے اور کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

غرض اذان ایک اعلیٰ قسم کا کامل و اکمل طرز دعوت ہے جس میں خلاصہ اسلام بیان کر دیا ہے۔ دعوت کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے اور پھر نتیجہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔

فلاح کے معنے ہیں کامیاب ہو جانا۔ دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر و منصور ہو جانا۔ اسی واسطے حکم ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:۴۶) نماز تمام بدیوں اور بدکاریوں سے بچا لیتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ فلاح ہے۔

پھر بعد اذان کے جوش میں آ کر کہتا ہے اور دعوت کو ختم کرتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا کہ اذان کے

معنی سوچو اور ان پر غور کرو۔

## خطبہ ثانیہ

فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسا پاک کلمہ ہے اور اس میں ایسے سمندر حکمت الٰہی کے بھرے ہوئے ہیں کہ جن کا خاتمہ ہی نہیں۔ میں بعض اوقات نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھنے کے بعد ٹھہر جاتا ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں ان کے معانی میں غور و خوض کرتا ہوا غرق ہو جاتا ہوں۔ دیکھو بعض وقت مجھے بھی سخت سے سخت مشکلات اور تکالیف پہنچی ہیں کہ ان سے جان جانے کا بھی اندیشہ ہوا ہے۔ مگر میں نے جب قرآن شریف کو شروع کیا ہے اور اس میں اول ہی اول اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع ہوا ہے اور میں نے اس آیت پر غور کیا ہے تو دل میں بسا اوقات جوش آیا ہے کہ بتاؤ تو سہی اب اَلْحَمْدُ لِلّٰہُ کا کیا مقام ہے؟ ان مصائب اور دکھوں کے سمندر میں کس طرح سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو گے۔ اور ممکن ہے کہ کسی دوسرے مومن کے دل میں بھی آیا ہو۔ کیونکہ میرے دل میں ایسا بارہا آیا ہے۔

تو اس کے واسطے میں نے غور سے دیکھا ہے کہ مصائب اور مشکلات میں واقعی اللہ تعالیٰ کی ذات سات طرح سے الحمد للہ کہے جانے کے لائق ذات ہے۔

ہر بلائیں قوم را حق دادہ است<br>
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(۱)۔ اول تو اس لئے کہ مصائب اور شدائد کفارۂ گناہ ہوتے ہیں۔ سو یہ بھی اس کا فضل ہے۔ ورنہ قیامت میں خدا جانے ان کی سزا کیا ہے۔ اس دنیا ہی میں بھگت کر نپٹ لیا۔

(۲)۔ اس لئے کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ممکن ہے۔ اس کا فضل ہے کہ اعلیٰ اور سخت مصیبت سے بچا لیا۔

(۳)۔ مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں دینی اور دنیوی۔ ممکن ہے کہ گناہ کی سزا میں انسان کی اولاد مرتد ہو جاوے یا یہ خود ہی مرتد ہو جاوے۔ سو اس کا فضل ہے کہ اس نے دینی مصائب سے بچا لیا اور دنیوی مشکلات ہی پر اکتفا کر دیا۔

(۴)۔ مصائب شدائد پر صبر کرنے والوں کو اجر ملتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ ہر مصیبت پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر یہ دعا مانگو۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

(مسلم و ابن ماجہ کتاب الجنائز)۔

اور قرآن شریف میں مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے واسطے تین طرح کے اجر کا وعدہ ہے۔ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (البقرہ:۱۵۶تا۱۵۸) یعنی مصائب پر صبر کرنے والوں اور اِنَّا لِلّٰهِ کہنے والوں کو تین طرح کے انعامات ملتے ہیں۔

(۵)۔ صلوات ہوتے ہیں ان پر اللہ کے۔

(۶)۔ رحمت ہوتی ہے ان پر اللہ کی۔

(۷)۔ اور آخر کار ہدایت یافتہ ہو کر ان کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

اب غور کرو جن مصائب کے وقت صبر کرنے والے انسانوں کو ان انعامات کا تصور آجاوے جو اس کو اللہ کی طرف سے عطا ہونے کا وعدہ ہے تو بھلا پھر وہ مصیبت مصیبت رہ سکتی ہے اور غم غم رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس کیسا پاک کلمہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور کیسی پاک تعلیم ہے وہ جو مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ یہ نہایت ہی لطیف نکتہ معرفت ہے اور دل کو موہ لینے والی بات۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف اسی آیت سے شروع ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خطبات کا ابتدا بھی اسی سے ہوا ہے۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۸ --- ۱۰ / مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۔۲)

☆-☆-☆-☆